ماحولیات اور اردو ادب

ڈاکٹر پشپیندر کمار نم

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، کروڑی مل کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی

تلخیص

"ماحولیات اور اردو ادب" میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ماحولیات انسانی زندگی کی بقا کی بنیاد ہے، مگر بے جا صنعتی ترقی، حرص، لالچ اور جنگوں نے قدرتی توازن کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ اردو ادب نے ہمیشہ ماحولیات کے حوالے سے حساس کردار ادا کیا ہے۔ میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ، شہریار اور دیگر شعرا و ادبا نے اپنی تخلیقات میں فطرت کے حسن، دیہی زندگی، موسموں اور قدرتی مناظر کی دلکش عکاسی کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی آلودگی، جنگلات کی کٹائی اور موسمیاتی تبدیلیوں پر بھی گہری تشویش ظاہر کی ہے۔ اس کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ ادب معاشرے کا آئینہ ہے، اور جس طرح فطرت ہماری پرورش کرتی ہے، اسی طرح اس کی حفاظت بھی ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اگر ترقی اور ماحولیات کے درمیان توازن قائم نہ کیا گیا تو آنے والی نسلیں سنگین خطرات سے دوچار ہوں گی۔ لہٰذا ہمیں عملی اقدامات کے ذریعے زمین کو ایک محفوظ اور سرسبز مستقبل دینا ہوگا۔

کلیدی الفاظ: ماحولیات آلودگی اردو ادب جنگلات کی کٹائی مناظرِ فطرت صنعتی ترقی موسمیاتی تبدیلی ماحولیاتی تحفظ قدرتی وسائل فطرت اور انسان کا رشتہ

ماحولیات ہمارے گرد و پیش تمام جاندار اور جامد عناصر کا مجموعہ ہے اور ماحولیات سے مراد وہ تمام قدرتی عوامل اور حالات ہیں جو نہ صرف انسان بلکہ دیگر جانداروں کو بھی اپنے حصار میں لیے ہوتے ہیں۔ اسی سبب ہوا، پانی، زمین، درخت یہ سب ماحولیات کا حصہ ہیں۔ انسان کی بقا اور ترقی تبھی ممکن ہے جب ماحول صاف اور متوازن ہو۔ زندگی کی خوشگواری کا انحصار ایسی ہی ماحولیات پر ہے۔ لیکن اگر ماحول آلودہ ہو جائے تو اس کے منفی اثرات نہ صرف انسانی زندگی پر اثرانداز ہوتے ہیں بلکہ دیگر جانداروں کی زندگی بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ آج ماحولیات کا مسئلہ پورے عالم کے لیے ایک چیلنج بن چکا ہے۔ اور آج کے پس منظر میں ماحولیات کا کیا حال ہو چکا ہے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حرص، لالچ، طمع خود غرضی اور آگے بڑھنے کی دوڑ نے ماحولیات پر جو کاری ضرب لگائی ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔ ہر نئے سورج اور شام کے ساتھ اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ نہ صرف دہلی، ممبئی، کولکاتا، جیسے بڑے شہر اس کی گرفت میں ہیں بلکہ اب تو چھوٹے شہر اور قصبات بھی اس کی زد میں آ چکے ہیں۔ لیکن ہماری بے حسی کا یہ حال ہو چکا ہے کہ ہم اس جانب سنجیدگی سے غور و فکر کی بجائے اپنی انا، چودھراہٹ اور دوسروں پر برتری قائم رکھنے کے لیے معصوم عوام کو بدترین آلودگی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ اس کی بالکل تازہ مثال امریکا، اسرائیل اور ایران کی جنگ ہے۔ ابھی روس اور یوکرین کی جنگ کا خاتمہ بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ نیا سلسلہ چل نکلا۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو وہ دن دور نہیں کہ یہ فضائی آلودگی سب کچھ تہس

نہس کر دے اور دنیا کو تباہ و برباد کر دے۔ کیونکہ صاف ستھرا ماحول ہی صحت مند زندگی کی بنیاد ہوتا ہے اور آلودگی ماحولیات کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

ماحولیاتی مسائل کی مختلف وجوہات ہیں جن میں سب سے بڑی قصوروار ہم جیسی ''اشرف المخلوقات'' ہی ہیں۔ بلاشبہ صنعتی ترقی نے انسان کو سہولیات فراہم کیں لیکن ساتھ ساتھ ہی ساتھ ماحول کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ فیکٹریوں کا دھواں اور کیمیائی فضلہ فضا اور پانی دونوں کو ہی آلودہ کرتے ہیں۔ ادھر ہر دن بڑھتی آبادی بھی اس کی ذمہ دار ہے۔ اس آبادی کی بڑھتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال کیا جانا مثلاً بے شمار جنگلات کی کٹائی، بے جا زمین کا استعمال، پیڑوں اور باغات کا کٹان اور پانی کا بے جا استعمال مسلسل اس کے توازن کو بگاڑ رہے ہیں۔ اپنی سہولیات کے پیش نظر پلاسٹک کے استعمال نے بھی ماحولیات پر کاری ضرب لگائی ہے۔ کیونکہ پلاسٹک طویل عرصے تک گلتا نہیں ہے، اسی طرح گاڑیوں کی بڑھتی تعداد بھی فضائی آلودگی میں اضافے کا سبب ہے۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور اپنی طاقت کے اظہار کے لیے جدید ترین اسلحات کے تجربات نے بھی زبردست منفی اثرات چھوڑے ہیں۔ ان سب وجوہات سے موسمیاتی تبدیلی کی صورت میں گلیشیئر پگھل رہے ہیں۔ دنیا بھر میں درجۂ حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے جس کے سبب موسم کے نظام میں بھی تبدیلیاں آ رہی ہے۔ کہیں شدید بارشیں ہیں تو کہیں سیلاب، کہیں خشک سالی ہے تو کہیں ہوا زہریلی۔ آج کے پس منظر میں پورا نظام ہی درہم برہم ہو چکا ہے۔

اردو ادب میں ماحولیات ایک اہم اور گہرا موضوع رہا ہے۔ ادیبوں نے نہ صرف انسانی جذبات اور سماجی مسائل کو بیان کیا ہے بلکہ قدرتی ماحول سے کھلواڑ کو بھی اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا ہے۔ اس طرح ادب بھی ایک شعوری ذریعہ بن کر ہمارے سامنے آتا ہے اور ماحول کے تعلق سے ہمیں جھنجھوڑنے اور غور و فکر پر مجبور کرتا ہے:

''باہر سطح مرتفع پر چلنے والی تیز ہوائیں سرد، بوڑھے، خاموش، گہرے نیلے آسمان کے سائے میں الھڑ دو شیزائوں کی طرح لغزیدہ تھیں۔ پورب کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ میں نے تاروں کی چند آوارہ شعاعوں کی مدھم روشنی میں مائل انحطاط فلورنس کو اپنے بہت قریب پایا۔۔۔۔۔۔ کرسمس کے بعد حجابات اٹھ گئے تھے۔ صبح کی شرمیلی سرخی بڑے دن کے روز روشن کی طرح تنویر بن گئی۔''

[کلیاں اور کانٹے، اختر اورینوی، ص ۱۳۵ ہمارے پسندیدہ افسانے، اطہر پرویز، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۷ء]

ویسے تو اردو ادب میں ماحولیات کا تصور فطرت کی خوبصورتی کے بیان سے شروع ہوتا ہے۔ بہت سے شعرا و ادبا نے پھولوں، درختوں، دریائوں، پہاڑوں اور موسموں کی دلکشی کو منظر کشی کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن یہ ہی وہ منظر ہیں جو ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ ماحولیات کی ہر ذی نفس کے لیے کیا حیثیت و معنویت ہے۔ ادب میں ایسی منظر کشی قاری کو فطرت کے قریب لے جاتی ہے۔ اس تعلق سے یہ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

''بھادوں کا مہینہ تھا۔ کپاس کے پھولوں کی سرح سفید ملاحت، تل کی اودی بہار اور سن کی شوخ زردی کھیتوں میں بہار دکھا رہی تھی، کسانوں کے منڈھوں اور چھپروں پر بھی لوکی اور ترئی کے پھولوں کی بہار تھی۔ اس پر پانی کی ہلکی ہلکی پھواریں قدرتی حسن پر

مشاط کا کام دے رہی تھی جس طرح عارفوں کے دل نورِ حقیقت سے لبریز ہوتے ہیں اسی طرح ندی اور تالاب پانی سے بھرے ہوئے تھے۔"

[کنول،اعظم کریوی، ص۵۹، ہمارے پسندیدہ افسانے، اطہر پرویز، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۷ء]

"ہاں، کالو بھنگی میں ایک بات ضرور دلچسپ تھی اور وہ یہ کہ اسے اپنی ننگی چندیا پر کسی جانور مثلاً گائے، بھینس کی زبان پھرا نے سے بڑا لطف حاصل ہوتا تھا۔ اکثر دوپہر کے وقت میں نے اسے دیکھا ہے کہ نیلے آسمان تلے سبز گھاس کے مخملیں فرش پر کھلی دھوپ میں وہ ہسپتال کے قریب ایک کھیت کی مینڈ پر اکڑوں بیٹھا ہے اور ایک گائے اس کا سر چاٹ رہی ہے۔ بار بار اور وہ وہیں اپنا سر چٹواتا اونگھ اونگھ کر سو گیا ہے۔ اسے اس طرح سوتے دیکھ کر میرے دل میں مسرت کا ایک حسین سا احساس اُجاگر ہونے لگتا تھا۔ میں نے اپنی چھوٹی سی زندگی میں دنیا کی حسین ترین عورتیں، پھولوں کے تازہ ترین غنچے، کائنات کے خوبصورت ترین مناظر دیکھے ہیں لیکن نہ جانے کیوں ایسی معصومیت، ایسا حسن، ایسا سکون کسی منظر میں نہیں دیکھا جتنا اس منظر میں کہ جب میں سات برس کا تھا اور وہ کھیت بہت بڑا اور وسیع دکھائی دیتا تھا اور آسمان بہت نیلا اور صاف اور کالو بھنگی کی چندیا شیشے کی طرح چمکتی تھی اور گائے کی زبان آہستہ آہستہ اس کی چندیا چاٹتی ہوئی، اسے گویا سہلاتی ہوئی کُسر کُسر کی خوابیدہ آواز پیدا کرتی جاتی تھی۔ جی چاہتا تھا میں بھی اسی طرح اپنا سر گھُٹا کے اس گائے کے نیچے بیٹھ جاؤں اور اونگھتا اونگھتا سو جاؤں۔"

[کالو بھنگی، کرشن چندر، ص۹۱، ہمارے پسندیدہ افسانے، اطہر پرویز، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۷ء]

ماحولیات ہر ذی نفس کے لیے کتنی ضروری شئے ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اردو ادبا کو قدیم زمانے سے ہی تھا۔ اسی بنا پر شاید ہی اردو کی کوئی اصناف ایسی ہو مثلاً نظم میں مثنوی، مرثیہ، قصیدہ، رباعی، قطعات وغیرہ اور نثر میں داستان، ناول، ناولٹ، افسانہ حتیٰ کے افسانچوں تک میں ماحولیات کے تعلق سے نہ صرف یہ کہ بیداری پیدا کی گئی ہے بلکہ اس کی اہمیت وافادیت، ذرخیز نتائج اور اس کی منظر کشی نہایت دلچسپ اور خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔ ایسے شعرا اور ادیبوں میں قلی قطب شاہ، نظیر اکبر آبادی، میر تقی میرؔ، اسماعیل میرٹھی، افسرؔ میرٹھی، مولانا محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالیؔ، مرزا غالبؔ، میر انیسؔ، مرزا دبیرؔ، ابراہیم، ذوق، مرزا محمد رفیع سودا، علامہ اقبال، شکیل بدایونی، شیلیندر، ساحرؔ لدھیانوی، حسرت جے پوری، جاں نثار، اختر، کیفی اعظمی، ناصر کاظمی، بشیر بدر، ندا فاضلی اور شہریار وغیرہ نے اپنی نظموں، نغموں، غزلوں، گیتوں میں ماحولیات کو پر جوش، دلچسپ اور خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اس تعلق سے کچھ اشعار ملاحظہ کیجیے۔

گل چیں نے وہ پھول جب اڑایا
اور غنچۂ صبح کھل کھلایا
وہ سبزہ باغ خواب آرام
یعنی وہ گل بکاؤلی گل اندام
جاگی مرغ سحر کے گل سے

منہ دھونے جو آنکھ ملتی آئی
پر آب وہ چشم حوض پائی

ے

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

ے

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
خس وخار سارے جھمکتے ہوئے
درختوں کے سائے سے مہ کا ظہور
گرے جیسے چھلنی سے چھن چھن کے نور
وہ گورا بدن اور بال اس کے تر
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر
نہانے میں یوں تھی بدن کی لہک
برسنے میں بجلی کی جیسے چمک

ے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جا بجا وہ گہر ہائے آبدار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار
خواہاں تھے نخل گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وقت کے ساتھ ساتھ صنعتی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کا دور شروع ہوا اور شہر شہر نے اپنے پائوں پسارنے شروع کیے تو اردو ادبا اس سے بھی غافل نہ رہے۔ انہوں نے ہر گزرتے دن کے ساتھ ماحول کی تباہ کاریوں کو بھی اپنے ناولوں، افسانوں اور اشعار کا موضوع بنایا۔ جنگلات کی کٹائی، آلودگی اور آبی قلت کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا۔ اس طرح ادب دور حاضر میں آئینہ بن کر سامنے آگیا جس میں معاشرتی تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ اس تعلق سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

''کھیتوں کی ہریالی اور مٹی کی خوشبو انسان کے دل کو ایک عجیب سکون عطا کرتی ہے مگر یہی زمین جب بے توجہی کا شکار ہو جائے تو بنجر ہو جاتی ہے۔''

☆''شور ایسا پھیل گیا تھا کہ سانس لینا بھی ایک مشکل کام لگتا۔ شہر کی گلیوں میں دھواں اور گندگی کا انبار تھا۔''

☆''انسان اپنے گردو پیش کے ماحول سے الگ نہیں ہو سکتا، وہی فضا اس کے اندر بھی بسی ہوتی ہے۔''

☆''اس دریا کا پانی کبھی زندگی کا پیامبر تھا، مگر اب اس کے پانی میں زہر گھلنے لگا ہے۔''

☆''ترقی کے نام پر ہم نے فطرت سے وہ سب کچھ چھین لیا جو ہماری بقا کے لیے ضروری تھا۔''

☆''درخت کاٹنے والے کبھی یہ نہیں سوچتے کہ وہ اپنی ہی سانسوں کو کم کر رہے ہیں۔''

درج بالا اقتباسات میں، زمینی آلودگی، فضائی آلودگی، آبی آلودگی اور صوتی آلودگی کو ادبا نے نہ صرف خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے بلکہ اس کے تباہ کن نتائج سے بھی متنبہ کیا ہے کہیں جگہ جگہ بھیڑ، شوروغل، گاڑیوں، ملوں، کارخانوں کی بہتات اور ان سے نکلتے دھوئیں کے غبار، شور، غلاظت کے انبار انسانی زندگی پر کتنے منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ یقیناً اس سے قاری کو غور و فکر کی دعوت ملتی ہے اور وہ اپنے اور معاشرے کے تئیں بیداری کی طرف راغب ہو سکتا ہے۔ اس تعلق سے معروف شاعر پروفیسر شہریار کے یہ اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سینے میں جلن آنکھوں میں طوفان سا کیوں ہے
اس شہر میں ہر شخص پریشان سا کیوں ہے
کیا کوئی نئی بات نظر آتی ہے ہم میں
آئینہ ہمیں دیکھ کے حیران سا کیوں ہے

اسی طرح منشی پریم چند، کرشن چندر، اوپیندر ناتھ اشک، راجندر سنگھ بیدی، علی عباس حسینی، قرۃ العین حیدر، محمد علی وغیرہ نے اپنی تخلیقات میں ماحولیات کو بڑے سلیقے کے ساتھ نہ صرف پیش کیا ہے بلکہ اس کے خطرناک نتائج و مسائل سے بھی آگاہ کیا ہے۔ انہوں نے دیہی زندگی کو پیش کرتے ہوئے ماحولیات کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے، گائوں کی سادگی، ہر سو ہریالی، تالاب، ندیوں کی روانی اور قدرتی وسائل پر انحصار کو بڑی خوبصورتی سے اپنے ناول اور افسانوں میں پیش کیا ہے اور یہ موضوع قدم قدم پر قاری کو یہ احساس دلاتا ہے کہ فطرت انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ منشی پریم چند کے افسانے ''اماوس کی رات'' سے یہ دو اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

''وہی اماوس کی رات تھی۔ آسمانی شمعیں بھی دھندلی ہو چکی تھیں۔ ان کی فنا حرارت و حیات کے دیوتا کے آمد کی خبر دے رہی تھی۔ ستارۂ صبح سفیدہ نور کے ساتھ یہ بشارت دینے کے لیے نمودار ہو چکا تھا۔ مسلط نیلگوں سیاہی نئے رنگوں اور اثروں کے

مقابلے میں سرحدی افقوں سے وسط آسمان میں ہٹی جاتی تھی۔ افق مشرق فیروزہ بانا پہن چکا تھا اور افق مغرب ہلکے اودے رنگ کی طرف مائل تھا۔‘‘ [اماوس کی رات۔ پریم چند، ص۲۶، ہمارے پسندیدہ افسانے، اطہر پرویز، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۷ء]

’’اماوس کی اندھیری رات گرجا کی تاریک زندگی کی طرح ختم ہو چکی تھی، کھیتوں میں ہل چلانے والے کسانوں کے گانوں کی بلند اور سہانی آوازیں آرہی تھیں۔ سردی سے کانپتے ہوئے بچے سورج دیوتا سے باہر نکلنے کی التجا کرتے تھے۔ پنگھٹ پر گائوں کی البیلی عورتیں جمع ہو گئی تھیں۔ پانی بھرنے کے لیے نہیں ہنسنے کے لیے، کوئی گھڑے کو کنویں میں ڈالے اپنی پوپلی ساس کی نقل کر رہی تھی۔ کوئی ستون سے چمٹی ہوئی اپنی سہی سے راز و نیاز کی باتیں کرتی تھی، بوڑھی عورتیں روتے ہوئے پوتوں کو گود میں لیے اپنی بہوئوں کو کوس رہی تھیں جو گھنٹہ بھر ہوئے ابھی تک کنویں سے نہیں لوٹی تھیں۔‘‘

[اماوس کی رات۔ پریم چند، ص ۲۷، ہمارے پسندیدہ افسانے، اطہر پرویز، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۷ء]

دونوں ہی اقتباسات میں پریم چند نے کتنے دلکش انداز میں ماحولیات اور فطرت کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ پریم چند بخوبی جانتے تھے کہ ماحولیات کا ایک اہم پہلو انسان اور فطرت کے درمیان باہمی تعلق کا بھی ہوتا ہے۔ اردو ادیبوں نے اپنی بہت سی تخلیقات میں یہ دکھایا بھی ہے کہ جب فطرت سے انسان دور ہو جاتا ہے تو اس کی زندگی میں کیسی بے سکونی بڑھ جاتی ہے۔ یہی وہ پیغام اور انتباہ ہے جو قاری کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ بہت سے افسانہ نگاروں نے پانی کی قلت اور اس کی اہمیت کو اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا ہے، بے دریغ پانی کا خرچ اور پانی کی بربادی کو موضوع بنا کر انسانی زندگی کے لیے ایک بڑے خطرے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح کی کہانیاں بھی ہمیں پانی کے محتاط استعمال کی تلقین کرتی ہیں۔ اسی طرح درختوں کی کٹائی اور جنگلات کی تباہی کی طرف بھی بہت سے شعرا اور ادبا نے توجہ مرکوز کرائی ہے اور اپنے اشعار اور کہانیوں سے متنبہ کیا ہے کہ اس سے ماحولیات پر کیا مضر اثرات پڑتے ہیں اور انسان کے لیے المیہ ثابت ہوتا ہے اور انسانی زندگی کا توازن بگڑتا چلا جاتا ہے۔

اردو ادب میں بڑی شدت کے ساتھ ماحولیاتی آلودگی کو بھی موضوع بنایا گیا ہے جیسے فیکٹریوں کا دھواں، گاڑیوں کی آلودگی، جگہ جگہ غلاظت کے ڈھیر انسانی صحت پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ ادیبوں نے ان مسائل کو پیش کر کے انسانی شعور کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح بہت سے افسانوں، ناولوں اور اشعار میں موسمیاتی تبدیلی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مثلاً غیر متوقع بارشیں، گرمی کی شدت، سردی میں کمی، قدرتی آفات، سیلاب، زلزلے، خشک سالی جیسے واقعات انسان کی بے بسی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس پس منظر ذرا یہ اقتباس بھی ملاحظہ کیجیے:

’’ایک مرتبہ میں اپنے مکان کی چھت پر اکیلا بیٹھا تھا۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل بچھے ہوئے تھے اور سورج کی روشنی ان کے پیچھے سے پڑ رہی تھی اور ان میں سے ہلکی سی پھیکی سی روشنی نمایاں تھی کیونکہ مطلع صاف نہ تھا اور شہر کا گرد و غبار اور دور ملوں کی چمنیوں کا دھواں فضا میں پھیلا ہوا تھا۔ شہر کے شور و شغف کی جھنکار مکھیوں کے بھنبھنانے کی طرح آرہی تھی۔ ساری فضا میں ایک دل شکن مایوسی تھی۔ وہ تکلیف دہ کیفیت جو ہمارے شہروں کی خاص پہچان ہوتی ہے جس میں غربت اور غلاظت، زندگی کی حقارت اور بے بسی کا احساس ہوتا ہے۔ گرد و غبار سے میلے اور پھیکے بادلوں میں ایک جنگلی کبوتر اڑتا ہوا گزرا اور ان کے ملگجے رنگوں میں غائب ہو گیا۔ دور

سے ملوں کی سیٹیوں اور ریل کے انجنوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ شہر کی اونچی ممٹیوں اور میناروں سے کبوتر اڑتے تھے یا منڈلا منڈلا کر ان پر بیٹھ جاتے تھے۔ دور دور جدھر نگاہ دوڑتی تھی گندی اور بدنما میلی کچیلی عمارتیں اور ان کی چھتیں دکھائی دیتی تھیں۔ دور دور جدھر انسان دیکھ سکتا تھا زندگی کی سرد مہری اور بے کاری کا احساس ہوتا تھا کہیں کہیں دو منزلہ مکان بن رہا تھا اور اس کی پاڑیں آسمان اور نگاہ کے درمیان سّدراہ ہوتی تھیں لیکن بانسوں اور بلیوں کے رنگ نگاہ کو تکلیف نہ پہنچاتے تھے اور بادلوں کے رنگوں میں مل کر ہلکے اور مدھم دکھائی دیتے تھے۔‘‘

[ہماری گلی، احمد علی، ص ۷۴ا–۷۵، ہمارے پسندیدہ افسانے، اطہر پرویز، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۷ء]

اردو ادب میں نہ صرف ماحولیات، آلودگی اور اس کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے بلکہ انسانی سماجی ذمہ داری کا احساس بھی کرایا ہے۔ بہت سی کہانیوں اور اشعار کے ذریعے ادیبوں نے یہ بات سکھائی ہے کہ مستقبل کی نسل کی بقا کے لیے ماحولیات کا تحفظ کتنا ضروری ہے اور اگر ہم نے بروقت اس کے تحفظ کے اقدامات نہ کیے تو آنے والی نسلیں شدید مشکلات سے دوچار ہو سکتی ہیں۔ ماحولیاتی تحفظ کے لیے حکومتوں، اداروں اور عوام کو مل کر کام کرنا ہوگا۔ کثیر تعداد میں درخت لگانا تحفظ کا ایک موثر طریقہ ہے۔ درخت فضائی آلودگی کم کرتے ہیں اور آکسیجن فراہمی کا سبب بھی بنتے ہیں۔ ماحولیات ہی کے تعلق سے ذرا یہ اشعار بھی ملاحظہ کیجئے

شیر اٹھتے نہ تھے دھوپ کے مارے کچھار سے
آہوں نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

ے

پنہاں نظر سے روئے شب تار ہوگیا
عالم تمام مطلع انوار ہو گیا

ے

پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو مری
پیاسے کی جان جائے گی اور آبرو مری

ے

یہ آرزو تھی تجھے گل کے رو برو کرتے
ہم اور بلبل بے تاب گفتگو کرتے

ے

دام ہر موج میں، ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ

دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

مرغانِ قفس کو پھولوں نے اے شآد! یہ کہلا بھیجا ہے
آجائو، جو تم کو آنا ہو، ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

یوں مسکرائے کہ جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

پہاڑ کاٹنے والے زمیں سے ہار گئے
اس زمیں میں دریا سمائے ہیں کیا کیا

گلوں میں رنگ بھرے، بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آئو کہ گلشن کا کاروبار چلے
قفس اداس ہے یارو! صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہر خدا آج ذکر یار چلے

کسی خورشید کو آج جذب دل نے کھینچا ہے
کہ نور صبح صادق ہے غبار اپنے بیاباں کا

یوں کس طرح کٹے کا کڑی دھوپ کا سفر
سر پر خیال یار کی چادر ہی لے چلیں

اک قطرہ کہ تھا بڑا دلا ور
ہمت کے محیط کا شناور
فیاض و جواد ونیک نیت

بھڑکی اس کی رگِ حمیت
بولا للکار کر کہ آئو
میرے پیچھے قدم بڑھائو
کر گزرو جو ہوسکے احساس
ڈالو مردہ زمیں میں جان

کچھ اردو ادیبوں نے اپنی تخلیقات میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ ترقی اور ماحول کے درمیان توازن نہایت ضروری ہے۔ اگر ترقی ماحولیات کو نقصان پہنچائے تو اس کے نتائج یقینا خطرناک ہوسکتے ہیں۔ اس لیے کوئی ایسا راستہ نکالا جائے کہ ترقی کے زینے بھی چڑھتے چلے جائیں اور ماحول بھی خوش گوار رہے۔ اسی بنا پر بیشتر ادیبوں نے یہی کوشش کی ہے کہ فطرت کی خوبصورتی برقرار رہے اور بہت سے ادبا نے فطرت کو ایک ماں کے روپ میں پیش کیا ہے جس طرح ایک ماں اپنی اولاد کو کتنے جتن اور محبت سے پالتی ہے اسی طرح فطرت بھی انسان کو پالتی ہے مگر جب اس کا حد سے زیادہ استحصال کیا جائے گا تو وہ ردعمل بھی ظاہر کرتی ہے۔ یہ تصور بہت گہرا اور موثر ہے۔

بلاشبہ اردو ادب نے ماحولیات کے تعلق سے جو کچھ بھی اپنی تخلیقات میں پیش کیا وہ یقینی طور پر اپنے قاری میں حساسیت پیدا کرتی ہے اور اس کے شعور میں یہ بات اچھی طرح گھر کرلیتی ہے کہ ماحولیات انسانی زندگی کے لیے انتہائی اہم ہے۔ صاف اور صحت مند ماحول ہی ایک صحت مند مستقبل کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنے ماحول کا خیال رکھیں گے تو ہماری آنے والی نسلیں بھی محفوظ اور خوش حال دنیا میں زندگی گزار سکیں گے۔ یہ ادب کی بڑی کامیابی ہے لیکن ہم پر بھی یہ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم سب مل کر ماحولیات کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کریں اور زمین کو ایک بہتر اور خوش گوار جگہ بنانے میں اپنا کلیدی کردار ادا کریں۔

آج کے دور میں ماحولیاتی آلودگی ایک سنگین اور خطرناک مسئلہ بن چکی ہے۔ آلودگی کی مختلف قسمیں ہیں۔ مثلاً زمینی آلودگی، فضائی آلودگی، آبی آلودگی اور صوتی آلودگی وغیرہ شامل ہیں۔ فضائی آلودگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب فیکٹریوں، گاڑیوں اور دیگر ملوں اور ذرائع سے نکلنے والا دھواں فضا میں شامل ہوجاتا ہے۔ اس دھویں میں مختلف نقصان دہ گیس شامل ہوتی ہے جو انسانی صحت کے لیے نہایت مضر ہے۔ اس سے سانس کی بیماری، دمہ اور دیگر بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ آبی آلودگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب فیکٹریوں کا فضلہ، گندا پانی اور کیمیائی مادے دریائوں اور جھیلوں میں شامل ہوجاتے ہیں اور ان کا پانی آلودہ ہوجاتا ہے اور آبی حیات کو نقصان پہنچاتا ہے۔ زمینی آلودگی بھی ایک بڑا مسئلہ بن چکی ہے۔ پلاسٹک، کیمیکل اور دیگر فضلہ زمین میں شامل ہوکر مٹی کی زرخیزی کو متاثر کردیتے ہیں جس سے نہ صرف زرعی پیداوار کم ہوجاتی ہے بلکہ ماحول کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ شور وغل کی زیادتی بھی انسانی زندگی کے لیے مضر ہے اور صوتی آلودگی سے پیدا ہوتی ہے۔ فیکٹریوں کی تیز آوازیں، گاڑیوں کے تیز ہارن اور دیگر ذرائع سے

پیدا ہونے والا شور ذہنی دباؤ اور سماعت کے مسائل کا سبب بن سکتا ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اردو نے دنیا کی دیگر توانا ادبوں کی طرح ماحولیات سے جڑے ہر چھوٹے بڑے جزو کو اپنا موضوع بنایا اور منطقی طرز پر اس کے مثبت و منفی پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔

☆☆☆

Tareekh- e- Adab- e Urdu
Quarterly Bilingual Interdisciplinary Research
Peer-Reviewed ★ Journal
تاریخ ادب اردو